© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

خدا کا بے حد ہزار شکر کہ اس نے ہمیں اس خانقاہی تصورِ مذہب سے بچایا جو مسلمان کو حق و باطل کی بڑی بڑی رزم گاہوں سے الگ کرتا ہے اور حجرہ کی پرسکون چار دیواری میں بیٹھا کر یہ تلقین کرتا ہے کہ ہمہ تن بندہ و لب بہ بندگی بند ۔ انتہا یہ کہ قطرہ (بندہ) دریا (خدا) میں گم ہو جاتا ہے ۔

اس خانقاہیت کے خلاف بہت چیخ پکار ہوئی ، مگر یہ آج بھی اس معنی میں وسیع پیمانے پر موجود ہے کہ ہمارے مذہب پسند بھائیوں کی اکثریت نماز روزے ، درود و سلام اور خطبہ و وعظ ہی کو خدا اور رسولؐ کی تعلیم ہدایت جانتی ہے ، اس کے آگے جو کچھ ہے اسے دُنیا کے دوں کا کھیل تماشا گردانتی ہے ۔ ہمارے اردگرد بہت سے مذہبی حضرات ایسے ہیں کہ وہ سیاسی ، معاشی اور بین الاقوامی دائروں میں دین کے تقاضوں کو نہ جانتے ہیں ، نہ مانتے ہیں ۔ بلکہ ایسے موضوعات پر گفتگو اور غور و بحث کرنے سے بھی کتراتے ہیں ۔ بعض ایسے گروہ ہیں کہ جن کے اکابر سیاسی عہدوں اور پارلیمانی نشستوں کو تو حاصل کرنے کے لیے ان کو استعمال کرتے ہیں ، لیکن انہیں نہ سیاسی شعور دلاتے ہیں اور نہ معاشی یا دیگر اجتماعی مسائل سے آگاہ کرتے ہیں ۔ وہ بچارے کیسے جان سکیں کہ کن حالات میں ملک کس مصیبت سے دوچار ہو گا ۔ اور کن تدابیر سے اسلام کے اصول اپنے نفاذ کی راہ بنا سکیں گے اور عوام کے مسائل و مصائب کو حل کرنے کے لیے خدائی ہدایت موجودہ حالات میں کیسے کارفرما ہو گی ؟ دُنیا میں کون سی نظریاتی و تحریکی اور تہذیبی و استعماری قوتیں ہمارے ملک اور دین کے خلاف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کن کن طریقوں سے کام کر رہی ہیں اور ان کے کیا اثرات ہمارے معاشرے پر پڑ چکے ہیں۔ اور ان قوتوں کا مقابلہ کرتے ہوئے زندہ رہنے کا طریقہ کیا ہے؟ افسوس کہ محدود مذہبیت کے علمبردار دورِ حاضر کی جاہلہ پانچ صدیوں کی تاریخ اور اس میں واقع ہونے والے تغیرات اور ان کے اسباب اور رائج الوقت ادارات اور اصطلاحات تک سے پوری طرح واقف نہیں ہیں۔ بلکہ ان کو تو نسخۂ قوت کا یہ جزوِ اعظم بھی معلوم نہیں کہ آج کے اسلام دشمن اور مسلم کُش حالات اور انتشاری فتنوں کے ہوتے ہوئے اسلامی عناصر کو اتحاد کرنا چاہیے۔

خیر، ہمیں دوسروں کے لیے اچھی دعائیں کرتے ہوئے اس خوش نصیبی پر خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ ہم خانقاہیت کے طلسم ہوش ربا سے بچ نکلے، مگر اس خوش نصیبی کی وجہ سے ہم پر ذمہ داریاں بھی زیادہ بھاری عاید ہوتی ہیں۔

اس وقت ہمارے سامنے بڑی گراں بار ذمہ داریاں ہیں۔ لیکن آگے چل کر فرائض کا بوجھ اور بھی زیادہ ہو سکتا ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ تاریخ میں کسی بھی حالت کو دوام نہیں، سب کچھ عارضی ہوتا ہے۔ ہر ایک تہذیب یا تحریک، اور قوت یا حکومت کے لیے ایک اجل مسمی ہوتی ہے۔ جو حالات ۱۹۴۷ء میں تھے۔ وہ اب نہیں ہیں اور جو آج ہیں وہ کل نہیں رہ سکتے۔

گردشِ روز و شب کی گواہی یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں کسی نہ کسی شکل میں تبدیلی آنے والی ہے۔ جب کبھی اجتماعی زندگی میں تبدیلی واقع ہوتی ہے تو صرف ایسی قوتیں فائدے میں رہتی ہیں۔ جن کی بصیرت پہلے سے سلسلۂ احوال کو سمجھتی ہے اور جن میں اتنی حرکت و حرارت ہوتی ہے کہ وہ مسابقت کے میدان میں تگ و تاز کا حق ادا کر دیتی ہیں۔

تبدیلی جب آتی ہے تو کسی بلند کو پست اور کسی پست کو بلند کر دیتی ہے اور کسی کو قوی تر اور کسی کو ضعیف تر بنا دیتی ہے۔ اس کا سارا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ کسی گروہ کے پاس پہلے سے سرمایۂ قوت کیا ہے۔ گروہوں اور تحریکوں اور جماعتوں کی سیاسی قوت اس اثر و نفوذ سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنتی ہے جو انہیں معاشرے میں حاصل ہوتا ہے۔

پس کسی تبدیلی سے پہلے جو مہلت ملے، زندہ تحریکیں اور بیدار جماعتیں اس کو رابطہ عام کے لیے وقف کر دیتی ہیں۔ ۱۹۴۷ء کے بعد جو مہلت ہمیں ملی تھی اس کو اگر ۳۵، ۳۶ سال تک صحیح اور جامع طریقے سے توسیعِ دعوت اور رابطۂ عام اور اصلاح معاشرہ کے لیے استعمال کیا گیا ہوتا تو قوم کا نقشۂ احوال دوسرا ہوتا۔ خیر اس دورِ رفتہ میں جو کچھ اور جتنا کچھ ہو سکا، غنیمت۔ آج مسئلہ یہ ہے کہ کسی آنے والی تبدیلی سے پہلے اب جو تھوڑی سی مہلت باقی ہے، آیا ہم اسے مجاہدانہ جذبے سے بھرپور طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔ آخر کر کیوں نہیں سکتے؟ صرف ارادے اور ہمتِ مردانہ کی ضرورت ہے۔ اٹھیے اور گھر سے نکلیے اور لوگوں کے قریب ہو کر اُن کو اپنے قریب کر لیجیے۔ ورنہ کوئی مخالفِ اسلام اور معاندِ وطن قوت ان کو نگل جائے گی۔ بین الاقوامی سازشوں اور شرارتوں، اعتقادی تفرقوں اور علاقائی و لسانی عصبیتوں، مغربی ثقافت کے فتنوں اور جرم و لمعیش کا جو سیلاب چڑھ رہا ہے، اس میں ڈوبنے سے ایک ایک برادرِ ملت اور ایک ایک ہم وطن کو بچائیے اور جو موجوں کی گرفت میں آ چکے ہیں انہیں چھڑا لیجیے۔ یہ ہے ایک عظیم الشان نیکی!

کرنے کا یہ کام نہیں کرو گے تو تمہاری قوتیں زنگ آلود ہو جائیں گی، تم اگر پھیلو گے نہیں تو لازماً سکڑو گے، تم اگر بلندیوں کی طرف چڑھنا بند کرو گے تو تاریخ کی قوتیں تمہیں پستیوں کی طرف نیچے دھکا دیں گی۔

گھروں میں دبک کر بیٹھ رہنے کا یہاں کوئی مقام نہیں۔ دولت کے ڈھیر کما کر دن رات گنتے گنتے رہنے سے زندگی نہیں ملتی۔ آسائشوں کے سامان اپنے گرد جمع کر کے اپنے آپ کو ان آفات سے نہیں بچایا جا سکتا جو جنگل کے درندوں کی طرح دھاڑتی اور چنگھاڑتی چاروں طرف منڈلا رہی ہیں۔ اپنے دفتروں اور مجلسوں کو نئی طرز کی خانقاہیں نہ بنا لیجیے کہ اچھے لوگوں سے مل لیے اور اچھی باتیں سن لیں اور واپس جا کر پھر جمود اور ناکارگی میں ڈوب گئے۔

ذہن و دماغ کو ٹٹول کر دیکھیے، اگر برف کی تہہ اُن پر جم گئی ہو تو اُسے کھرچ کے الگ کیجیے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور دل کو دلِ زندہ اور دماغ کو دماغِ روشن بنائیے اور پھر دعوتِ حق کی مشعل ہاتھ میں لے کر نکلیے اور اندھیروں میں گھرے ہوئے بندگانِ خدا کے اندر ایمان کے چراغ روشن کر دیجیے۔

کبھی کبھار کوئی دوست پوچھ بیٹھتا ہے کہ دعوت کو پھیلانے کے لیے رابطہ عام کیسے بڑھایا جائے؟

میرے نزدیک اس سوال ہی میں ایک کمزوری چھپی ہوئی ہے۔ وہ یہ کہ بعض لوگ دعوتِ حق کے کام کو اس طرح دیکھتے ہیں، جیسے وہ کسی دوسرے کا کام ہو اور ان کے سر پہ آ پڑا ہو۔ وہ اسے اپنا کام اور اپنا مقصدِ حیات سمجھتے تو ذہنی کاوشوں سے کام لے کر دعوت کی نئی نئی راہیں نکالتے اور رابطوں کے مختلف تجربے کرتے۔ اور میں نے ایسے حضرات کو دیکھا ہے جو بینائی سے یا ہاتھ سے یا ٹانگ سے معذور ہیں اور اس کے باوجود ہنستے مسکراتے چہرے کے ساتھ راہِ حق میں نکلتے اور اپنی دعوت کے لیے مخاطبین کو تلاش کر لیتے ہیں اور اپنی بات کو دلوں میں اتارنے کے لیے اسلوب بھی خود ہی دریافت کر لیتے ہیں۔

اس سلسلے میں مولانا مودودیؒ نے اس شخص کی مثال دی ہے جس کا بچہ بیمار ہو اور وہ اس کے علاج معالجہ کے لیے دوڑ دھوپ کرے۔ بالکل ایسی ہی محبت اور ایسی ہی دردمندی آدمی میں اسلامی دعوت اور بندگانِ خدا کے لیے ہونی چاہیے۔

کیا وہ دور کار احباب کو یاد نہیں رہا جب کہ ہر شخص لٹریچر ساتھ لیے جدھر جاتا موزوں افراد کی تلاش کر کے ان سے گفتگو میں کرتا اور آخر میں ان کو پڑھنے کی کوئی چیز دے آتا۔ پھر یہ سلسلۂ ربط اس وقت تک جاری رہتا جب تک کوئی فیصلہ کن مرحلہ نہ آ جاتا۔ میرا خیال ہے کہ اکثر صورتوں میں مثبت نتائج نکلتے۔

آج بھی اصولی طور پہ یہی راستہ ہے کام کو ترقی دینے کا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تاہم چند تفصیلی اشارات عرض کیے جاتے ہیں :-

۱۔ اول تو یہ فیصلہ کر لیجیے کہ آپ کو میدان میں نکل کر کام کرنا ہے اور روزانہ اس کے لیے کچھ نہ کچھ وقت نکالنا ہے۔

۲۔ سب سے پہلے آپ کے پاس اپنے گھر کے افراد ہیں۔ ان کو درس دیجیے، کبھی کوئی چیز پڑھ کر سنوائیے، کبھی کسی بچے سے پڑھوا کر گھر کی مجلس میں سنیے۔

۳۔ پھر آپ کا خاندان ہے۔ ذوی القربیٰ بطور مہمان آتے جاتے رہتے ہوں گے۔ ان سے گفتگو کا موقع بھی ہو سکتا ہے اور مطالعہ بھی کرایا جا سکتا ہے۔ ان کے بچوں کو عمر کے مطابق پڑھنے کی کوئی چیز تحفہ میں دی جا سکتی ہے۔

۴۔ آپ کے پڑوسی ہیں۔ ان کی شادی غمی کے موقعوں پر ان کے قریب جائیے، جنازوں میں شرکت کیجیے، بیمار پرسی کیجیے۔ کسی کو تکلیف میں مدد دیجیے، کسی کے بچے کو گھر میں قرآن پڑھوا دیجیے، ہسپتالوں اور سکولوں میں داخلے کے لیے مدد بہم پہنچائیے، دفتری معاملات کے لیے درخواستیں لکھ دیجیے۔

اور ان ساری صورتوں میں جہاں بھی خدا، یا دین یا اسلامی نظام اور جمہوریت و سیاست یا اخلاق کی گفتگو کا راستہ نکلے اس سے فائدہ اٹھائیے۔

۵۔ جہازوں، ریلوں اور بسوں میں سفر کرتے ہوئے، مسافرخانوں میں بیٹھے ہوئے، بس اسٹاپ پر کھڑے ہوئے ڈھب کے آدمیوں پر نگاہ رکھیے۔ جہاں کوئی موقع بات کرنے کا ملے، اس سے فائدہ اٹھائیے۔

۶۔ ملازمت یا کاروبار کے سلسلے میں جن لوگوں سے سابقہ پڑتا ہو ان میں سے بہتر افراد کو خاص طور پر مختلف مواقع پر مختلف اسالیب سے دعوت پہنچائیے۔

۷۔ اچھے شریف افراد کو اختلاف رائے کے باوجود تمام زندگی میں دوست بنائیے۔ کبھی ان کے گھر جا کر اور کبھی ان کو اپنے ہاں بلا کر بے تکلفی پیدا کیجیے اور جیسے ان کو دعوت سے متاثر کرنے کی کوشش کیجیے۔ غمزدہ اور پریشان افراد کو محسوس کرائیے کہ خدا اور اس کا دین ہی ذریعہ تسکین ہو سکتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ اصولی بات ذہن میں رکھیے کہ جہاں تک مستقل بنیادی کام کا تعلق ہے۔ آپ کو اوّلاً خدا پرستی اور دین اور اخلاق کی دعوت دینی ہے۔ باقی رہے سیاسی مسائل سو وہ بعد کی چیزیں ہیں۔

۸— کام کا ایک مستقل راستہ یہ ہے کہ رشتہ داروں اور دوستوں، ہمسایوں اور شاگردوں اور دوسرے متعارف لوگوں کو خاص خاص حالات میں اور خاص خاص موقعوں پر دعوتی خطوط لکھیے۔ اور پھر جن لوگوں سے خط و کتابت کا سلسلہ چل نکلے، اسے جاری رکھیے۔

۹— احباب کو (بلکہ کبھی مخالفین کو بھی) کوئی اچھی کتاب تحفۃً دیجیے۔

۱۰— اخبارات و رسائل میں مضامین، مراسلات اور خطوط لکھتے رہیے۔ جب کسی اخبار میں کوئی دینی بحث اٹھے، آپ اس میں دلچسپی لیں اور ضروری محسوس ہو تو مطالعہ کر کے سنجیدہ، مدلل و مسکت جواب لکھیں۔

۱۱— محلے کی سطح سے دیگر مختلف دائروں تک ـــ مجالس، کمیٹیاں، پلیٹ فارم اور فورم بنائیے جہاں آپ کے لیے اپنے خیالات پیش کرنا آسان ہو۔

۱۲— علمی شخصیتیں، محققین، اخبار نویس، ادیب، استاد، وکیل اپنے اپنے دائرے کے مطابق بہت کام کر سکتے ہیں۔

ضروری نہیں کہ تمام صورتوں کا پوری طرح استقصا ہو سکے۔ چند اہم خطوط عرض کر دیے گئے ہیں۔ ان کو سامنے رکھ کر اپنے ذوق اور حالات کے مطابق ہر شخص جادۂ کار تجویز کر سکتا ہے۔

آخری اور اہم ترین گذارش یہ ہے کہ تحریک اسلامی کا امتیاز اس کی اخلاقی روح ہے، جسے کسی بھی حال میں ترک نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ الٹا جتنی زیادہ سخت جدوجہد سامنے ہو، جتنی بڑی سرگرمی درپیش ہو، اتنے ہی زیادہ مضبوط اخلاق کی ضرورت ہے۔

اخلاق محض سرمایۂ آخرت ہی نہیں ہے، دنیوی کشاکش میں بھی بہت موثر قوت ہے۔ رزمِ حق و باطل میں تو وہ شرطِ لازم ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو لوگ اخلاقی لحاظ سے ڈھیلے اور پلپلے ہوں، وہ اور کوئی کام کرسکیں تو شاید کرسکیں، مگر خدا اور رسول کے دین کی بہ تمام و کمال معرکہ کامیابی سے نہیں لڑ سکتے۔

یہ کام اُن لوگوں کے کرنے کا ہے ہی نہیں جو دن رات دُنیوی مفاد سمیٹنے میں لگے رہیں۔ جن کی دوستیاں اور دشمنیاں دولتِ دُنیا کی وجہ سے ہوں، جن کی نفرتیں اور محبتیں ان کی خواہشات کے تابع ہوں، جو حدود و حلال و حرام کو نہ پہچانیں، جو صریح اور واضح قسم کے احکامِ شریعت کی تاویلیں اپنی منفعت اور آرام کے لیے کریں، جو رفقائے مقصد کے لیے برسوں دلوں میں کینہ کو پرورش دے سکتے ہوں، جو غیبت اور چغلی کرسکتے ہوں، جو خیانت اور تشدد سے بھی مطلب نکال سکتے ہوں، جو جتھا بندیوں کی تشکیل کرلیں، جو سمع و طاعت کا حق ادا نہ کرسکیں، لین دین کے کھرے نہ ہوں، جو کامیابی کے حصول کے لیے جھوٹ بولنے اور فریب دینے کو مباح سمجھیں، جو کبر و غرور میں مبتلا ہوکر ساتھیوں کی تضحیک و تحقیر کرسکتے ہوں، جن کی نگاہوں میں پاکیزگی نہ ہو، جن کے کلام میں سنجیدگی اور معقولیت نہ ہو، جن کی ہر بحث کج بحثی ہو، جن کو لغویات سے دلچسپی ہو، جو اختلاف اور تنقید و احتساب کو گوارا نہ کرسکیں، جو غلطیوں پر معافی مانگنے کی جرأت نہ رکھتے ہوں، جو کام کرنے اور خدمت انجام دینے کے جذبے سے زیادہ کوئی بڑائی، کوئی اہمیت اور کوئی مرتبہ حاصل کرنے کے درپے رہیں، جو تحریکِ اسلامی کے کھلے کھلے مخالفین کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر اُن کے مغالطے رفع کرنے کے بجائے ان سے یگانگت کے تعلقات جوڑیں۔

سہواً اکادکا کسی غلطی کا ہوجانا اور چیز ہے اور سرے سے کردار کی ساخت ہی میں مستقل غلطی کا شامل رہنا اور چیز ہے۔ ایسے لوگ جن کے کردار کو مستقلاً گھن لگا ہوا ہو ان کے کرنے کے کام اور بہت ہیں۔

بہرحال یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ وہ نقشۂ اخلاق جو قرآن و حدیث میں ہے اور جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے عملاً دُنیا کے سامنے رکھا، وہ محض مومن کی شخصیت کا سامانِ زینت نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے لازم ہے اور عین تقاضائے ایمان اور منشائے قرآن ہے۔ دعوت سے سیاست تک، ہر کام اسی غرض کے لیے ہے کہ یہ نقشۂ اخلاق غالب ہوجائے۔ نہ یہ کہ کسی بڑے سے بڑے دنیوی مفاد یا سیاسی قوت کے لیے اسے بطور قیمت صرف کر دیا جائے۔

© rasailojaraid.com